⊙ ڈاکٹر امجد جاوید
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ، لاہور

دکنی ادب میں نئی روایات کا علمبر دار۔ ملا وجہی دکنی: تحقیقی مطالعہ

Abstract:

Assadullah, Wajhi daccani was an urdu speaking persian poet . He was born in 1070 AH in the reign of ibrahim Qutub Shah (1080-988) AH in Golkanda. He was an eminent poet of subcontinent . He was called daccani because he belong to hyderabad daccan . His ancestors migrated to Hindustan from Iran (Khurasan) He was awarded the title of 'King of the Poets' by 'Muhammad Quli Shah' in Qutab Shahi Dynasty (1687 -1518) . He was equally adept in writing prose and poems۔He was the writer of well-renouned books such as *Qutab Mushtari* and *Sab Ras*. He was closely acquainted with 'Quli Qutab'. He also wrote a *Diwan-Farsi* that consisted of poems, Stanzas and praises .

Keywords:

Poet Urdu Persian Literature Mullah Wajhi Daccani

ایران اور برصغیر پاک و ہند کے تعلقات کی تاریخ تو اتنی ہی قدیم ہے جتنے قدیم یہ دونوں ملک ہیں۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کی تحقیقات کے مطابق تو یہ روابط آریائی تمدن سے پہلے بھی استوار تھے اور برصغیر میں آنے والے آریہ تو ایران میں بہت عرصہ زندگی گزار کر آئے جہاں تک فارسی زبان کی ہندوستان میں آمد کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ہی یہاں آ گئی تھی لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ فارسی ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے موجود تھی مثلاً پنڈت کیفی نے لکھا ہے:

> ''ہندوستانی راجاؤں کے مسلمان حکومتوں کے ساتھ سیاسی و سماجی رابطے قائم تھے ان کے دیوان رسائل میں فارسی نویس ہندو موجود تھے۔''(۱)

ڈاکٹر محمد باقر کے خیال میں فارسی ہندوستان میں پہلی یا دوسری صدی عیسوی میں آئی (۲) اس دور میں ایران اور ہندوستان کے شمالی علاقوں میں پرکشان حکمران تھے اور پرش پورہ (موجودہ پشاور) ان کا دارالحکومت تھا اور یہاں کے لوگ پشتو بولا کرتے تھے۔ اس دور میں ایران میں پہلوی (فارسی) کا دور تھا اور یہ زبان خود بھی ارتقائی مراحل طے کر رہی تھی

تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ فارسی زبان ہندوستان میں پہلی یا دوسری صدی عیسوی میں آئی ۔ فارسی زبان اپنے ارتقائی منازل طے کرتی گئی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ محوِسفر رہی اس میں سال لگے، صدیاں لگیں، لوگ بدلے، حکومتیں بدلیں تاہم ایک ہی وقت میں ہندوستان اور ایران میں اپنے قیمتی ادبی سرمایہ کے ساتھ دنیا کے اعلیٰ اور امیر (Rich) ادب کے ساتھ قائم رہی اور ادب میں اپنے گہرے اور یادگار نقوش چھوڑے۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے بانی شہنشاہ ظہیرالدین بابر نے ۹۲۳ھ/ ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے میدان میں سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دے کر اپنی عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی ۔ یہ سلطنت ہمایوں کے ایران میں جلاوطنی اور قیام کے پندرہ سالہ دورِ تعطل سے قطع نظر کسی نہ کسی طور پر ہندوستان میں جنگ آزادی کے مشہور سال ۱۸۵۷ء تک تقریباً تین سو سال تک قائم رہی ۔ مغلیہ عہد فارسی ادب اور فنون لطیفہ کا روشن عہد تصور کیا جاتا ہے۔ خود مغلیہ بادشاہ علم و ادب کے دلدادہ تھے ادباء اور فضلا کے قدردان تھے ۔ تزک جہانگیری اور تزک بابری اس کی زندہ مثال ہے۔ ہمایوں خود بھی فارسی میں شعر کہتا تھا اور نہایت باذوق آدمی تھا اس کے بیٹے جلال الدین محمد اکبر نے نصف صدی تک ہندوستان میں حکومت کی ،شعرا، علما، و ادباء کی سرپرستی کرتا تھا۔ مغلیہ دور کے آخری تاجدار اور جواں مرد بادشاہ عالمگیر نے بھی علم و فن خصوصاً علوم نقلی کی سرپرستی کی مگر اس کی وفات (۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) میں مغلیہ عہد رو بہ زوال و انحطاط ہو گیا اور ایک سنہری ادبی دور کا خاتمہ ہو گیا۔ اس دوران ہندوستان میں دیگر خود مختار حکومتیں قائم رہیں۔ بہمنی سلطنت کا قیام ۱۳۵۰ء میں عمل میں آیا جو تقریباً ۱۷۵ سال قائم رہی (۳) ۔ اپنے عروج کے زمانے میں اس سلطنت میں بہت سے وسیع علاقے زیرِنگیں رہے اور عملاً کارومنڈل (مشرقی ساحل) سے ملیبار (مغربی ساحل) تک پھیلی ہوئی تھی ۔ جنوب میں وجے نگر اور شمال میں اس کی حد دریائے نربدہ تھی (۴) ۔ یہ خود مختار سلطنت تقریباً ڈیڑھ سو سال (۱۵۰) تک قائم رہی لیکن پندرھویں صدی کے آخری دو عشروں میں اس کے زوال کا آغاز ہو گیا اور ہر طرف انتشار دکھائی دینے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کے کھنڈرات یعنی بیجاپور ۱۴۹۰ء تا ۱۶۸۶ء میں عادل شاہی، گولکنڈہ ۱۵۱۸ء تا ۱۶۸۷ء میں قطب شاہی، احمد نگر ۱۴۹۸ء تا ۱۶۳۶ء میں نظام شاہی برّار ۱۴۸۴ء تا ۱۵۷۴ء میں عماد شاہی اور ۱۴۹۲ء تا ۱۶۹۲ء میں برید شاہی پر کئی خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں ۔ بعد میں یہ تمام خود مختار حکومتیں کسی نہ کسی طریقے سے مغلیہ سلطنت میں شامل ہو گئی یا کر لی گئیں ۔

ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ برصغیر میں یہ تمام ادوار علمی و ادبی حیثیت سے بڑے زرخیز ہیں اور ان میں بڑے بڑے نامور شعراء و ادباء نے بڑے بھرپور طریقے سے ادب کی آبیاری کی تاہم ہمارا موضوع جو زیرِ بحث ہے وہ دکنی ادب میں قطب شاہی عہد کا احاطہ کرتا ہے اور بہتر خیال پڑتا ہے کہ ہم اسی عہد میں ادبی فروغ اور تخلیقی صداقت جو اس عہد کی روحِ عصر تھی پر بحث کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس عہد کے معتبر نام ملا وجہی دکنی کے حالات اور اس کے آثار پر بحث کریں اور دکنی ادب پر فارسی ادب کے اثرات اور نئی روایات کو اجاگر کریں۔ دکن کے دیگر ادباء کی طرح وجہی کے حالات زندگی بھی بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ اسد اللہ نام (۵) اور وجہی، وجی اور وجیہہ تخلص رکھتے تھے (۶) اور اسی نام سے معروف بھی ہوئے اپنے نام اور تخلص کو فارسی شعر میں یوں بیان کرتے ہیں:

اسم اسد اللہ وجیہ است تخلص ۔ آرایش وکانچہ بازار کلام است (۷)

برصغیر کا یہ نامور اُردو سرا فارسی گو دکنی شاعر (۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء) ابراہیم قطب شاہ (متوفی ۱۰۸۰-۹۸۸ھ) کے زمانے میں

گولگنڈا میں پیدا ہوا۔ چوں کہ وجہی قطب شاہی کے زرخیز ادبی ماحول کا پروردہ اور اسی تہذیب میں پلا بڑھا تھا اس لیے اس کی صدا گولکنڈا کی فضاؤں میں گونجتی سنائی دیتی ہے۔ وجہی کے آباؤ اجداد خراسان (ایران) سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور دکن (جنوب ہند) میں آباد ہو گئے۔

من به هند آشکار گشتم لیک
طبع پاک من از خراسان است (۸)

تصوف کے میدان میں سلسلہ چشتیہ کے شیخ میاں شاہ باز سے کسب فیض حاصل کر لیا اور شاہ علی متقی کے مرید ہوئے (۹)۔ شعر میں مخدوم جی شیخ محمد ابراہیم کے مرید ملا فیروز بیدری کے شاگرد ہوئے اور اردو زبان کے نامور شاعر کی حیثیت سے مقبول ہوئے (۱۰)۔ محمد قلی شاہ کے دربار تک رسائی حاصل ہوئی اور ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز ہوئے (۱۱)۔ نظم و نثر میں متعدد کتب تحریر کیں جو اردو اور فارسی زبان کی یادگار دکنی ادب کا سرمایہ گردانی جاتی ہیں۔ جمیل جالبی اپنی کتاب تاریخ ادب اردو میں رقمطراز ہیں:

''ملا وجہی، محمد قلی قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعراء بھی تھا اور بادشاہ کی طرح پرگو اور رند شاہد باز بھی وہ فارسی کا شاعر بھی تھا اور اردو شاعری اور نثر میں بھی اس نے اپنے کمال فن کا اظہار کیا ہے۔'' (۱۲)

وجہی کے حالات میں ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا ایک زبردست عالم، بلند پایہ شاعر اور بے مثل ادیب تھے۔ اس کا نثری سرمایا اس بات کا داعی ہے کہ اس نے ادب میں ایک نئی روایت کو متعارف کروایا اور اُردو نثری ادب کو ایک نئی جہت دے کر اس کو فروغ دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ دکنی دور اردو ادب کا نقطۂ آغاز ہے اور وجہی اس کا خالق ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ وجہی نے جب آنکھ کھولی تو ہندوستان میں فارسی زبان کا دور دورہ تھا شمال اور دکن میں فردوسی، سعدی، خسرو اور حافظ کے نام لیوا موجود تھے۔ نظم میں تازہ گوئی اور نثر میں خیال بندی اپنا سکہ جما رہی تھی ''ظہوری'' نے دکن میں اور ابوالفضل نے ہندوستان میں نثر کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کیے جو آئندہ چل کر ادبی شاہکار مانے گئے۔ عرفی، نظیری اور فیضی نے شعر کو حد کمال تک پہنچا دیا (۱۳)۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ قطب شاہی سلطنت قائم ہوئے ایک مدت گزر چکی تھی۔ سلطنت کے بانی قلی قطب شاہ اور بعد میں آنے والے حکمرانوں کا زیادہ عرصہ سلطنت کو مستحکم بنانے میں گزر گیا۔ قطب شاہی سلطنت کو وراثت میں بہمنی سلطنت کی تہذیب اور علوم و فنون کی اعلیٰ روایت ملی تھی۔ چنانچہ سلطنت کے استحکام اور اس وراثت کے اثرات سے گولکنڈا کی اپنی تہذیبی اور ادبی روایت بھی آہستہ آہستہ مستحکم ہو رہی تھی اور جس دور میں وجہی نے آنکھ کھولی اس میں گولکنڈا کی ادبی روایات کے ابتدائی نقوش استوار ہو چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب گولکنڈا میں ملا خیالی، فیروز اور محمود جیسے بلند پایہ شعراء کے نغمے گونج رہے تھے وجہی کا ادبی شعور انہی شعراء کی روایت میں پروان چڑھا تھا وجہی کی شعری مشق ابراہیم قطب شاہ کے دور میں شروع ہوئی اور اپنی فطری ذہانت کے بل بوتے پر وہ جلد ہی ایک مشتاق شاعر بن گیا (۱۴)۔

وجہی (۱۵) کی سیرت و عظمت کا ستارہ محمد قلی قطب شاہ (۱۶۱۲۔۱۵۸۰/۱۰۲۰۔۹۸۸ھ) کے دور میں چمکا۔ یہ اس کے عروج کا دور تھا جب وہ درباری شاعر بھی تھا اور سلطان کا منظور نظر بھی۔ وجہی اور قلی قطب شاہ ہم مذاق و ہم مزاج تھے۔ دونوں رند

مشرب آزاد خیال اور عشق پیشہ شاعر تھے معلوم ہوتا ہے کہ وجہی اور قلی قطب شاہ کے درمیان بے تکلف اور گہری رفاقت بھی رہی ہوگی۔ جمیل جالبی اپنی کتاب تاریخ ادب اردو میں لکھتے ہیں:

''وجہی شاعروں کی اس نسل اور روایت سے تعلق رکھتا تھا جو محمود اور فیروز کے فوراً بعد ابھری یہ روایت ''پیروی فارسی'' کی روایت تھی۔ جس میں فارسی اسالیب، اصناف سخن اور بحور کو اپنانے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی زور دیا جا رہا تھا کہ شاعری میں سلاست صوتی چاہیے۔ شعر میں ربط ہونا چاہیے اور ایسے الفاظ شاعری میں استعمال ہونے چاہئیں جنہیں اساتذہ استعمال کر چکے ہیں۔ لفظ و معنی کا باہمی رشتہ شاعری کی خوبی ہے الفاظ منتخب اور معنی بلند ہونے چاہئیں۔''(۱۶)

وجہی نے اپنی مشہور کتاب قطب مشتری میں انہی باتوں کو شاعری کی جان بتایا ہے ایک عجیب بات یہ ہے کہ وجہی دوسرے دکنی شعراء کی طرح صرف دکنی معاصرین سے اپنا مقابلہ نہیں کرتا بلکہ سارے ہندوستان کے شعراء سے کرتا ہے:

نہ نیچے نہ نیچا ہے گن گیاں میں
سو طوطی منج ایسا ہندوستان میں (۱۷)

وجہی کی زندگی نہایت عیش وسکون سے بسر ہو رہی تھی کہ ۱۶۱۲ء میں اس کے سرپرست محمد قلی قطب شاہ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس کی وفات وجہی کے لیے بہت بڑا صدمہ ثابت ہوئی۔ محمد قلی قطب کا مرنا تھا کہ پورا دور ہی بدل گیا۔ محمد قطب شاہ ۱۶۱۲ء۔۱۰۲۰ھ میں تخت پر بیٹھا۔ قلی قطب کے مقابلے میں وہ ایک بالکل مختلف انسان تھا۔ ممکن ہے اس کی شخصیت کا یہ فرق قلی قطب شاہ کی شخصیت کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوا ہو۔ محمد قطب شاہ نہایت متدین شخص تھا۔ زہد و تقویٰ میں یقین رکھتا تھا اور اسلامی عبادات پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ چنانچہ وجہی اور محمد قطب شاہ میں کوئی قدر مشترک نہ تھا۔ یہیں سے وجہی کی زندگی میں دردناک آشوب شروع ہوتا ہے اور یہ بات صرف وجہی کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ محمد قلی قطب کے دربار سے توسل رکھنے والے بیشتر شعراء سخت پریشان ہوئے تھے۔ ان میں غواصی بھی تھا۔ محمد قطب شاہ کا زمانہ ۱۶۲۶ء تک چلتا ہے۔ یہ پندرہ سال وجہی نے نہایت سختی اور عسرت میں بسر کیے۔ ایک طرف مالی ذرائع سکڑ گئے اور دوسری طرف شراب وشاہد سے محروم ہو گیا(۱۸)۔ اس کی تخلیقی صلاحیتیں مجروح ہو گئیں ان ہی ایام میں وہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اب اسے سرزمین دکن چھوڑ دینی چاہیے۔ بہرحال یہ قادر الکلام شاعر اور ادیب سترھویں صدی عیسویں میں دکن تو کیا دنیا ہی چھوڑ گیا۔ سال پیدائش معلوم نہیں بحر حال گمان کیا جا سکتا ہے کہ اَسی (۸۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے (۱۹)۔ پروفیسر زور نے وجہی کا سال وفات ۱۰۷۰/ ۱۶۵۹ء کے قریب متعین کیا ہے (۲۰)۔

وجہی سے کئی تصانیف یادگار ہیں۔ دیوان وجیه (فارسی) کا مخطوطہ کتب خانہ سرسالار جنگ میں محفوظ ہے۔ مثنوی قطب مشتری (۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء) اور سب رس (۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء) تو معروف تصانیف ہیں، ایک اور تصنیف تاج الحقائق وجہی سے منسوب کی جاتی ہے لیکن یہ وجہی کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ قدیم بیاضوں میں اس کی چند غزلیں بھی ملتی ہیں جو قطب مشتری اور سب رس کی غزلوں کے علاوہ ہیں۔ دکنی ادب کی وہ تمام خصوصیات جو ایک نامور شاعر اور ادیب کے ہاں پائی جاتی ہیں وجہی کے ہاں بدرجہ اتم موجود ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان خصوصیات کا بانی

ہی وجہی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اب ہم وجہی کی ان تخلیقات کا جائزہ لیتے ہیں:

قطب مشتری:

وجہی کی تخلیقی زندگی کا حاصل اس کی عشقیہ مثنوی قطب مشتری ہے۔ پروفیسر زور نے مثنوی کے کردار 'مشتری' کا سالِ وفات ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء قیاس کیا ہے (۲۱)۔ وجہی نے اپنے ایک شعر میں واضح کیا ہے کہ اس نے مثنوی کو صرف بارہ دن میں ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء میں مکمل کیا ہے:

تمام اس کیا دیس بارا منے
سنہ یک ھزار ھور اٹھارا منے (۲۲)

قطب مشتری محمد قلی قطب شاہ اور مشتری کے عشق کی داستان ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام قطب مشتری رکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ مشتری وہی ہے جو بھاگ متی کے نام سے مشہور تھی اور اپنے رقص وموسیقی اور حسن وجمال کی وجہ سے شہرت رکھتی تھی۔ محمد قلی زمانہ شہزادگی میں اس پر عاشق ہوا اور چوں کہ یہ ایک رقاصہ تھی اس لیے بدنامی کے ڈر سے چھپ چھپ کر ملتا تھا۔ لیکن عشق کہاں چھپتا ہے؟ خوشبو کی طرح سارے عالم میں پھیل جاتا ہے:

جداں تے جو پیدا ہوا ہے یو جگ — پت کوئی چھپا نیں سکیا آج تک
محمد لگیا ہے جسے پیو کا — نیں کوچ پروا اسے جیو کا
یہاں بادشاہی غلامی اہے — یو بدنامی نیں، نیک نامی اہے
سو پاتی ہے رسوائی یاری منے — کہ عاشق کوں عزت ہے خواری منے
محبت میں ہوتا جہاں جگ اسیر — برابر ہے واں پادشا ہور فقیر

ابراہیم قطب شاہ کو معلوم ہوا تو بیٹے کو سمجھایا لیکن جب جنون عشق کی یہ خبر ملی کہ طغیانی کے زمانے میں بھی، جب دریائے موسیٰ کے اس پار جانے کے تمام راستے مسدود تھے، شہزادے نے اپنی محبوبہ سے ملنے کے لیے دریا میں گھوڑا اڈال دیا ہے، تو اس نے نہ صرف دریائے موسیٰ پر پل بنوا دیا بلکہ خاموش بھی ہو رہا۔ ۹۸۸ھ/ ۱۵۸۰ء میں محمد قلی قطب شاہ تخت پر بیٹھا تو بھاگ متی کے بھاگ آور پھرے۔ ان کے معاصر فرشتہ نے لکھا ہے کہ "پادشاہے برفاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ھزار سوار ملازم او گردانیدہ" (۲۳) کچھ عرصے کے بعد بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کرلیا اور 'مشتری' کے نام سے نوازا اور پھر 'حیدرمحل' کا خطاب عطا کیا۔ کلیات محمد قلی میں مشتری پر دو نظموں کے علاوہ کئی اور اشعار میں بھی اس کی طرف اشارے ملتے ہیں (۲۴)۔ وجہی نے اسی قصے کو داستان کا رنگ دے کر اپنی مثنوی قطب مشتری کا موضوع بنایا تھا۔

قطب مشتری کے قصے میں کوئی خاص قدرت نہیں اور نہ ہی قصہ طبع زاد ہے۔ قطب مشتری کی شعری جمالیات سے محفوظ ہونے کے لیے ہمیں ٹائم ٹنل (Time Tunnel) میں ایک ادبی سفر کرنے کی ضرورت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کے اسلوب، زبان، محاورے اور لفظوں کے قریب ہونے کی کوشش کریں جوں جوں ہم اس کے قریب ہوتے جائیں گے لفظ اور اسالیب ہم سے ہم کلام ہونے لگیں گے۔ وجہی اس عہد کی نشاطیہ روایت کا شاعر

ہے خود اس کی زندگی بھی نشاط ماحول میں گزری تھی اس لیے جہاں جہاں اسے نشاط وطرب کی کیفیات اجاگر کرنے کا موقع ملا وہ بہت کامیاب رہا ہے۔اس نے تشبیہ، استعارے، علامت اور تمثال گری سے وصال کی حسی اور جذباتی کیفیات کو لفظوں کی شکل میں اس طرح منتقل کیا ہے کہ قطب مشتری کے وہ صفحات حجلۂ عروسی بن گئے (۲۵)۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے — کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
دو بادام تھے اس چنچل نار کے — لگے دانے جھڑنے سو انار کے (۲۶)

سب رس:

پیروی فارسی کی روایت وجہی کی دوسری تصنیف سب رس میں اور زیادہ اجاگر ہوئی ہے۔قطب مشتری کی طرح سب رس بھی قصہ گوئی کے دائرے میں آتی ہے اور یہ دونوں تصانیف نظم ونثر اردو زبان کے ارتقاء کی ایک ہی منزل پر لکھی گئیں ہیں اور دونوں اپنے دور کی نظم ونثر کی نمائندہ تصانیف ہیں۔ سب رس ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۵ء اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے۔اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں اور ان میں وہ ادبی شان نہیں جو سب رس کا طرہ امتیاز ہے (۲۷)۔ملا وجہی کی یہ تصنیف مولوی عبدالحق صاحب مرحوم نے مرتب کر کے ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن سے شائع کی تھی (۲۸)۔سب رس پر حافظ شیرانی کا ایک تبصرہ 'اورینٹل کالج میگزین' میں نومبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا تھا اس سے چند اہم اقتباسات ملاحظہ کریں:

> ''ہمیں مولانا عبدالحق پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ڈیٹرا انجمن ترقی اردو کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس سلسلے میں ایک نہایت اہم تالیف دریافت کی۔اس سے ہماری مراد ملا وجہی کی نثری تصنیف 'سب رس' ہے جو ۱۶۴۵ء میں عبداللہ قطب شاہ والی حیدرآباد (۱۰۳۵ھ - ۱۰۸۳ھ) کے واسطے دکنی زبان میں لکھی گئی مولانا نے علمی دنیا کو سب سے پہلے اس کا سراغ ایک عالمانہ مقالے کے ذریعے سے اپریل ۱۹۲۵ء کے رسالہ اُردو میں چھاپا تھا......مصنف کی عام معلومات، دوسری زبانوں کے لٹریچر سے اس کی وسیع آشنا اور عام زندگی کے تجربے نے اس کو اس بات کا اہل بنا دیا ہے کہ زندگی کے اخلاق اور معاشی مسائل، فضائل ورذائل اور معائب واوصاف پر صحیح طریقے سے رائے زنی کر سکے۔''(۲۹)

> ''کتاب کا پلاٹ 'قطب مشتری' کی طرح چنداں دلچسپ نہیں ہے۔فرائض افسانہ نگاری سے عام طور پر پوری غفلت برتی گئی ہے۔لیکن ایک ادبی پائے کی تصنیف میں یہ نقص چنداں قابل لحاظ نہیں......ادبی پہلو سے قطع نظر اور اوصاف ہیں جن کی بنا پر یہ کتاب گوناگوں دلچسپیوں کا مرکز بن جاتی ہے۔لغت ولسان اور قدیم صرف ونحو کے محقق اس کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں گے۔ بالخصوص اس کے اس حصے کو جو قدیم محاورات اور ضرب الامثال سے تعلق رکھتا ہے۔اس طرح فارسی بھی اس میں نمایاں حصہ لیتی ہے۔اردو پر فارسی کا اثر صرف الفاظ ومحاورات وضرب الامثال

تک محدود نہیں ہے بلکہ اسلوب بیان، طریق ادا اور حرفی پہلو تک پر عامل ہے۔''(۳۰)

'' 'سب رس' کا طرز بیان رنگینی کے التزام کے باوجود شگفتہ اور دلکش ہے۔ عبارت کی آرائش اور قافیے کی پابندی کے باوجود مصنف سے سلاست کا دامن نہیں چھوٹا ہے۔ کتاب اگر چہ دکنی میں لکھی گئی ہے اور دکنی بھی وہ جو جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانوں میں بولی جاتی تھی، تاہم اردو خواں اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں......''(۳۱)

سب رس کتابوں کے جس گروہ سے تعلق رکھتی ہے اس کا بنیادی مقصد داستان نہیں بلکہ داستان کے پیرائے میں اخلاقیات کا درس دینا ہے۔ ایسی کتابوں میں اخلاقی پہلو بہانے سے نمایاں کیا جاتا ہے اور طبیعت کا تمام زور اسی پر صرف کر دیا جاتا ہے۔ فارسی شعراء نظامی، خسرو اور جامی کی مثنویات کا یہی ڈھنگ ہے اور اس نقطہ نظر سے سب رس ان کی نہایت قریبی مقلد ہے۔ سیدہ جعفر وجہی کے اسلوب کی مداح ہیں۔ اُن کے خیال میں:

''اُردو نثر کی تاریخ میں وہ پہلی تصنیف ہے جو پُر تکلف اُسلوب میں لکھی گئی ہے اور اپنے طرز کے اعتبار سے ہماری انشاء پردازی کا پہلا کامیاب نقش ہے......وجہی نے عبارت آرائی کے جس طرز کو اپنایا ہے اس میں قافیہ کے التزام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وہ ہم قافیہ الفاظ کو جملوں میں اس طرح بکھیر دیتا ہے کہ ان سے پوری عبارت ایک خاص آہنگ (Cadence) میں ڈوب جاتی ہے۔''(۳۲)

مختصر یہ کہ سب رس پر فارسی اثرات خواہ اصل فارسی اشعار و اقوال کی بنا پر جو کثرت کے ساتھ اس میں منقول ہیں یا ان کے تراجم نیز ایسے محاورات و امثال کی بنا پر جو فی الحقیقت فارسی الاصل پر مبنی ہیں، نہایت گراں ہیں۔

تاج الحقائق:

تاج الحقائق وجہی سے منسوب کی جاتی ہے لیکن درحقیقت یہ وجہی کی تصنیف نہیں ہے۔ کہیں کہیں سب رس اور تاج الحقائق کے موضوعات ایک دوسرے سے ضرور ٹکرا جاتے ہیں لیکن یہ وہ موضوعات ہیں جو اس زمانے میں عام تھے اور ان کی تاویل ہر شخص اپنے اپنے انداز میں کرتا تھا۔ تاج الحقائق کے اصل مصنف 'وجیہ الدین محمد' ہیں جن کی بات کو 'خدا کی بات' کہا گیا ہے۔ تاج الحقائق کی ابتدا ہی میں لکھا ہے کہ:

'' کلام مولانا وجیہ الدین محمد......جن کی بات خدا کی بات میں سند۔ کتاب تاج الحقائق، رواج الحقائق، سراج الحقائق، معراج الحقائق، جس کتاب کو مطالعہ کرنے سے خدا بیگ پایا جائے، وہی کتاب کو سب کتاباں پر فائق۔ عشق سر ذات ہے، عشق خلاصۂ موجودات ہے، عشق صاحب کائنات ہے۔ جان بی عشق ہے ہور عشق کی بات ہے ---۔ عاشق کون اس سات چیز نے منا (منع) کرے، خدائے تعالی اسے اس دنیا میں تے فنا کرے۔''(۳۳)

تاج الحقائق کو ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں سید ابصار علی شاہ ابن سید اکبر علی شاہ قادری نے عام فہم زبان ہندی میں لکھا اور اس کا سبب تالیف آخر میں یوں بیان کیا:

''یہ کتاب حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب قدس سرہ، نے دکنی زبان میں کہی تھی، سواس کے الفاظ دکھنی ہر شخص کی سمجھ میں برابر نہیں آتے تھے۔ سواس فقیر الحقیر نے پرتو سے بزرگوں کے اس رسالہ دکنی کو ہندی زبان میں، جو رواج خلق اللہ کا ہے، سولکھا کہ اس زبان ھندی سے بڑھ کر سمجھیں اور فیض پاویں۔''(۳۴)

ان شواہد کی روشنی میں تاج الحقائق کو ملا وجہی سے منسوب کرنا 'تحقیقی اندھیر' ہوگا۔

دیوان فارسی:

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ دیوان وجیہ (فارسی) بھی ملا وجہی دکنی سے منسوب ہے۔ یہ دیوان غزلیات قطعات وقصائد پر مشتمل ہے جس کا نسخہ شمارہ نمبر ۱۸۶۱ کے تحت حیدرآباد دکن میں سپہ سالار جنگ کی لائبریری میں موجود ہے اور اسے ڈاکٹر چندر شیکھر کی کوششوں سے بہ تصحیح ڈاکٹر جاوید نے مجلّہ تحقیقاتِ فارسی میں ۱۹۹۸ء کو آشوبِ دل کے نام سے چھاپا ہے(۳۵)۔

حوالہ جات

۱۔ پنڈت کیفی، کیفیہ، (لاہور: ۱۹۵۰ء)، ص ۱۸-۲۰

۲۔ مینورسکی، ص ۵، بحوالہ: یادنامہ ایران، (تہران: ۱۹۶۹ء)

۳۔ خواجہ محمد زکریا، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند (اردو ادب)، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۶ء)، ص ۵۴

۴۔ ایضاً، ص ۵۴

۵۔ انوشہ حسن، دانشنامہ ادب فارسی درشبہ قارہ، جلد اول، (تہران: ۱۳۸۴ش، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۶۵۴

مزید دیکھیے:

☆ عبدالروف عروج، فارسی گو شعرا ی اُردو (تذکرہ) بمناسبت جشن دو ہزار و پانصد سالہ شاھنشاہی ایران، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۴

☆ دائرہ معارف بزرگ اسلامی، ص ۷/۵۳۶

☆ حافظ محمود شیرانی، مقالات حافظ محمود شیرانی، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، جلد اول (لاہور: مجلس ترقی ادب، جنوری ۱۹۶۶ء)، ص ۲۱۷

۶۔ تبسم کاشمیری، تاریخ ادب اردو: ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۶۷

مزید دیکھیے:

☆ ملا عبدالباقی نہاوندی، مآثر رحیمی (فارسی)، تالیف گیارویں صدی ہجری (کلکتہ: ۱۹۳۱-۱۹۲۴ء)، ص ۱۲۸۹

☆ رام بابو سکینہ، تاریخ ادب اردو (کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان)، ص ۶۸

☆ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء)، ص ۴۳۲

☆ فارسی گو شعرا ی اُردو (تذکرہ)، ص ۴

☆ مقالات حافظ محمود شیرانی، ص ۲۱۷

☆ دانشنامہ ادب فارسی درشبہ قارہ، ص ۲۶۵۴

۷۔ فارسی گو شعرا ی اُردو (تذکرہ)، ص ۸

مزید دیکھیے: ☆ تاریخ ادب اردو، ص ۴۳۲ (حاشیہ / دیوان وجیہ)

۸۔ فارسی گو شعرا ی اُردو (تذکرہ)، ص ۸

۹۔ دانشنامہ ادب فارسی درشبہ قارہ، ص ۲۶۵۴

مزید دیکھیے: ☆ فارسی گو شعرا ی اُردو (تذکرہ)، ص ۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۴ ، مزید دیکھیے: ☆ تاریخ ادب اردو، ص ۴۳۲

۱۲۔ تاریخ ادب اردو،ص۴۳۲

۱۳۔ مقالات حافظ محمود شیرانی،ص۲۱۹۔۲۱۸

۱۴۔ تاریخ ادب اردو:ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک،ص۱۶۸۔۱۶۷

۱۵۔ ایضاً،ص۱۶۸

۱۶۔ ایضاً،ص۴۳۳

۱۷۔ تاریخ ادب اردو،ص۴۳۳

۱۸۔ تاریخ ادب اردو:ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک، ص۱۶۷

۱۹۔ دانشنامه ادب فارسی درشبه قاره ،ص۲۶۵۴

مزید دیکھیے: فارسی گو شعرا ی اُردو (تذکره)،ص۴

۲۰۔ بحوالہ: علی گڑھ تاریخ ادب اُردو،از مسعود حسین خان،جلداول(علی گڑھ:علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،۱۹۶۲ء)، ص۳۸۰

۲۱۔ زور،مقدمہ:کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ،ص۷۹۔۸۷

۲۲۔ تاریخ ادب اردو،ص۴۳۶

۲۳۔ محمد قاسم فرشتہ،تاریخ فرشتہ (فارسی)،(لکھنؤ:نول کشور پریس،س۔ن)،ص۱۷۳

۲۴۔ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ،ص۷۹۔۸۷

۲۵۔ تاریخ ادب اردو:ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک، ص۷۷۔۷۵

۲۶۔ تاریخ ادب اردو،ص۴۴۱

۲۷۔ ایضاً،ص۴۴۳

۲۸۔ مقالات حافظ محمود شیرانی،ص۲۱۷

۲۹۔ ایضاً،۲۲۱۔۲۱۷

۳۰۔ ایضاً،ص۲۱۲

۳۱۔ ایضاً،ص۲۲۰

۳۲۔ سیدہ جعفر، دکنی نثر کا انتخاب،(نئی دہلی: ترقی اردو بیورو،۱۹۸۳)،ص۶۳

۳۳۔ وجیہ الدین، تاج الحقائق (قلمی)،مرتبہ:ابصار علی شاہ ابن سید علی اکبر (کراچی:انجمن ترقی اردو پاکستان)

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ دانشنامه ادب فارسی درشبه قاره،ص۲۶۵۵